سبق: 9

تعلیم القرآن

آن لائن اکیڈمی

(سورۃ یوسف ،آیت 69 تا 79)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا

اور جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی، کہنے لگے کہ بے شک میں تیرا

آیت 69 وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ: یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو جانے کی اجازت دی تو وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ اس دوران یقیناً انھوں نے باپ کی الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے والی تدبیر پر عمل کیا۔ مفسرین نے اس حوالے سے ایک بہت عمدہ نکتہ بیان کیا ہے کہ اگرچہ مصر میں نوجوانوں کا یہ ایک وفد ہی آیا ہے اور کسی بھی ملک میں مہمانوں کو ٹھہرانے کا بندوبست بھی ہوتا ہے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں لیکن یوسف علیہ السلام

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

بھائی ہوں، لہٰذا ان چیزوں کا غم نہ کر جو وہ کرتے رہے ہیں ﴿69﴾

کا نظام اتنا شان دار تھا اور نگرانی اس قدر سخت تھی کہ ہر آنے والا پہلے ان کے پاس آتا تھا۔ گویا ہر چیز پر ان کا کنٹرول بہت زبردست تھا۔ اہلِ علم نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بادشاہ یا کسی مملکت کا سربراہ بن جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص محض اختیارات اور پروٹوکول کی مصیبت میں ہی الجھا رہے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اس عہدے کو بہت بڑی ذمہ داری سمجھے۔ جس کا عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے اسے اتنا ہی زیادہ کام کرنا چاہیے۔

اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ: یوسف علیہ السلام کے پاس جب یہ قافلہ پہنچا تو انھوں نے سارے بھائیوں کو مہمان خانوں کے متعلق بتا دیا کہ آپ نے وہاں رہنا ہے۔ آخر میں چھوٹا بھائی رہ گیا تو اس کے بارے میں انھوں نے کہہ دیا کہ یہ میرے پاس رہے گا۔ مفسرین نے اس حوالے سے متعدد روایات بیان کی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے تدبیر یہ کی تھی کہ دو، دو بھائی کر کے مہمان خانوں میں جگہ دی، تاکہ آخر میں ایک بھائی رہ جائے گا تو اسے میں ساتھ رکھ لوں گا۔ ایسے ہی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پانچ، پانچ بھائیوں کو الگ الگ جگہ دی گئی تھی، بہرحال یہ ساری اسرائیلی روایات ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے جو تدبیر کی اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ جب اللہ رب العالمین نے یہ بات نہیں بتائی تو ہمیں بھی اپنی طرف سے قیاس کے گھوڑے نہیں دوڑانے چاہییں اور تفسیرِ قرآن میں ایسی چیزوں کو شامل نہیں کرنا چاہیے جنھیں وحی کے ذریعے بیان نہیں کیا گیا۔ ہمیں صرف اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ یوسف علیہ السلام کے فیصلے بہت اعلیٰ درجے کے تھے اور ان کا کنٹرول بہت شان دار تھا۔

قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ: یوسف علیہ السلام جب اپنے بھائی کو لے کر الگ ہو گئے تو کہنے لگے کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ انھوں نے دوسرے بھائیوں کو نہیں بتایا لیکن چھوٹے بھائی کو اپنا تعارف کروا دیا۔ سیاق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یقیناً انھوں نے اپنے بھائی کو منع کر دیا ہو گا کہ ابھی کسی اور کو نہیں بتانا۔ یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی کی خواہش ہو گی کہ وہ اپنے جن بھائیوں کے ساتھ آیا ہے انھی کے ساتھ ٹھہرے، اس لیے یوسف علیہ السلام نے اس کے دل میں محبت و اعتماد پیدا کرنے اور اس کی خواہش درست کرنے کے لیے کہا ہو گا کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے میں تمھارا حقیقی بھائی ہی ہوں۔

فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ''لہٰذا ان چیزوں کا غم نہ کر جو وہ کرتے رہے ہیں۔'' قرآن مجید کا سیاق یہ چیز بھی صاف واضح کر رہا ہے کہ جیسا سلوک یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا ویسا ہی رویہ برادران یوسف کا چھوٹے بھائی کے ساتھ ہو گا، یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کا جتنا غم اور دکھ ان کے باپ کو ہو گا، اتنا ہی ان کے چھوٹے بھائی کو

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

پھر جب ان کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے بیگ (سامان) میں پیالہ رکھ دیا، پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اے قافلے والو! بے شک تم یقیناً چوری کرنے والے ہو ﴿۷۰﴾ اور انھوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا تمھارا کیا گم گیا ہے؟ ﴿۷۱﴾ انھوں نے کہا ہم بادشاہ کے پیالے کو گم پاتے ہیں اور جو شخص اسے لا کر دے گا اسے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام کے طور پر) ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں ﴿۷۲﴾

بھی ہو گا۔ گھر میں پیدا ہونے والی اس کیفیت سے متعلق ساری چیزیں مراد ہوسکتی ہیں۔ بہر حال یوسف علیہ السلام اپنے بھائی سے کہتے ہیں کہ تجھے اب کسی قسم کی پریشانی یا غم نہیں ہونا چاہیے۔ تیرے بھائی جس طرح کی زیادتیاں تیرے ساتھ کرتے رہے وہ بہت افسوس ناک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اب تجھے ان ساری تکلیفوں اور غموں سے نجات دے دی ہے اور تیرے لیے یہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

آیت 70 ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ . . . :﴾ جب برادرانِ یوسف کا ساز و سامان تیار کر دیا گیا تو یوسف علیہ السلام نے ایک تدبیر کے تحت پیالہ چھوٹے بھائی کے تھیلے میں رکھ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیالہ پینے اور ماپ تول دونوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قافلہ روانہ ہوا چاہتا تھا کہ گودام کے محافظوں میں سے کسی کو پیالے کی ضرورت پڑی اور تلاش کے باوجود نہ ملا تو ان محافظوں میں سے کسی نے کہا کہ تم چوری کر کے جا رہے ہو۔

آیت 72,71 ﴿قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ . . . :﴾ گودام کے محافظ نے جب پیالہ چوری کر کے لے جانے کی بات کی تو برادرانِ یوسف کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی کی طرف سے چوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم یہاں اس کام کے لیے نہیں آئے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمھاری کون سی چیز گم ہوئی ہے۔ اس پر صدا دینے والے نے کہا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے جو کہیں بھی مل نہیں رہا۔ تم میں سے جو کوئی پیالہ نکال کر دے گا اسے ہم ایک اونٹ سامان زیادہ دیں گے۔ جب اس نے یہ بات کی تو ساتھ ہی کہتا ہے: ﴿وَ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾ میں ضمانت دیتا ہوں کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ ہم کسی کو کوئی سزا نہیں دیں گے، شرط صرف یہ ہے کہ جس کے پاس یہ پیالہ موجود

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا
جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ

انھوں نے کہا اللہ کی قسم! یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چوری کرنے والے ہیں ﴿73﴾ انھوں نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس کی کیا سزا ہو گی؟ ﴿74﴾ انھوں نے کہا اس کی سزا وہ شخص خود ہے جس کے سامان میں وہ (پیالہ) پایا جائے، پس اسے اس کے بدلے میں رکھ لیا جائے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں ﴿75﴾ پھر انھوں نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے دوسروں کے سامان سے تلاشی شروع کی، پھر اپنے بھائی کے سامان سے اس

ہے وہ اپنے سامان سے خود ہی نکال کر دے دے۔

آیت 74,73 ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا . . .﴾: برادرانِ یوسف کہنے لگے کہ ہمیں چوری کی کوئی عادت نہیں ہے اور پھر یہ قبیح فعل تو بہت بڑا ظلم ہے۔ ہم اس ملک میں کسی قسم کا کوئی فساد پھیلانے نہیں آئے ہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم میں سے کسی کے سامان میں کوئی پیالہ یا پیمانہ موجود نہیں ہے۔ برادرانِ یوسف کے اس جواب پر گودام کے محافظ کہتے ہیں: ﴿فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ اگر پیالہ تمھارے پاس سے نکل آیا تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ اس کی سزا کیا ہونی چاہیے؟

آیت 75 ﴿قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ . . .﴾: یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ ہم میں سے جس کسی کے سامان سے پیالہ نکل آئے اسے آپ قافلے کے ساتھ واپس نہ جانے دیں اور اپنے پاس ہی رکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ہمارے ہاں اگر کوئی شخص ایسا ظلم کرے تو ہم اپنے قانون کے مطابق یہی سزا دیتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے علاقے میں اور ان کی شریعت میں چوری کی سزا یہ تھی کہ چوری کرنے والے کو جتنا عرصہ طے ہو جائے وہیں غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔ بعض مفسرین نے اس کی مدت ایک سال لکھی ہے لیکن آیت میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔

آیت 76 ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ . . .﴾: یوسف علیہ السلام پر یہ طعن ہو سکتا تھا کہ انھوں نے بھائیوں کو دھوکا دینے کے لیے ان سے چھپا کر چھوٹے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھا، پھر بھائیوں کی طرف سے چور کی سزا کا اعلان کروایا اور خود ہی سب کی تلاشی لینا شروع کی اور آخر میں اپنے بھائی کے سامان سے پیالہ نکال کر بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اس سے لازمی طور پر یہ بات ذہن میں آتی کہ یہ تو ایک نبی کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس کا جواب اللہ رب العالمین

وِّعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ

کو نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی، ممکن نہ تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو رکھ

نے خود ہی دے دیا ہے، فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی۔'' یعنی یہ سارا پروگرام ہم نے تشکیل دیا تھا۔ ہم نے ہی چھوٹے بھائی کو یوسف (علیہ السلام) تک پہنچایا اور اب یعقوب (علیہ السلام) اور باقی سب کو ان کے پاس لے کر آنا ہے۔ اللہ رب العالمین اس آیت میں یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی بیان کر رہے ہیں۔ برادرانِ یوسف نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر بہت بڑا جرم کیا تھا، انھوں نے باپ سے جا کر جھوٹ بولا اور انھیں سخت اذیت پہنچائی۔ اس قدر ظلم اور زیادتیوں کے بعد ان کے ساتھ بھی کوئی زیادتی ہو جاتی تو کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ ساری تدبیر ہماری طرف سے تھی۔

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ . . . : ''ممکن نہ تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو رکھ لیتے، سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔'' یعنی اس حوالے سے جو کچھ بھی ہوا سب رب تعالیٰ کی مشیت سے ہوا ہے۔ دین سے مراد یہاں قانون ہے۔ مصر کے قانون کے مطابق یوسف علیہ السلام چھوٹے بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے ایک تدبیر کے ذریعے یہ سارا معاملہ کروایا۔

اللہ رب العالمین نے خود تدبیر کر کے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کسی الزام کی گنجائش نہ چھوڑی اور برادرانِ یوسف پر یہ راز بھی نہ کھلنے دیا کہ عزیزِ مصر کون ہے؟ یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم نے امتِ مسلمہ کے لیے مختلف علاقائی قوانین کو استعمال کرنے کی گنجائش دی ہے، جیسا کہ فریقین ایک جرگہ یعنی پنچایت والوں کو اپنے اختیارات سونپ دیتے ہیں کہ وہ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور قرآن میں بھی میاں بیوی کے بارے میں ہے: ﴿ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ﴾ [النساء: ۳۵] ''تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔''

چوری کی سزا کے بارے میں مصر کا قانون اور تھا جبکہ فلسطین میں قانون مختلف تھا۔ یوسف علیہ السلام مصر میں رائج بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے، البتہ فلسطین کے قانون کے مطابق رکھ سکتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ملکوں و معاشروں میں رہتے ہوئے مختلف علاقائی قوانین سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں سختی نہیں ہونی چاہیے۔ بعض لوگ تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے یہ گنجائش ختم کر دیتے ہیں۔ اس سے معاشروں میں مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ تکفیری سوچ رکھنے والوں نے شدت پسندی کی وجہ سے ملکوں اور معاشروں کو سخت نقصانات سے دوچار کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی حدوں اور بنیادی قوانین

يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ﴿۷۶﴾

لیتے، سوائے اس کے کہ اللہ چاہے، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک بڑا علم والا ہے ﴿76﴾

کو قائم رکھنا چاہیے اور جہاں اللہ نے ضمنی قوانین کے بارے میں گنجائش دی ہے وہاں شدت اختیار کر کے راستے نہیں روکنے چاہییں۔ کتاب و سنت کو قائم کرنے کے لیے راسخ علماء سے استفادہ کرنا بہت ضروری ہے۔ مسلم ممالک کے مفتیان اور ججوں کو قرونِ اولیٰ میں رائج قوانین کا گہرا اور وسیع مطالعہ کرنا چاہیے اور فرقوں سے بالا تر ہو کر امت کی راہنمائی کرنی چاہیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام مصر میں وزیر تھے جبکہ بادشاہ اور رعایا کافر تھے۔ یوسف علیہ السلام تمام تر معاملات کو اس وقت مصر میں نافذ نظام و قوانین کے اندر رہتے ہوئے چلاتے تھے، البتہ دعوت کا کام خوب کرتے تھے۔ [دیکھیے منهاج السنة النبوية: ۵/ ۱۱۲] اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دعوت اور اصلاح کے مقصد کے پیشِ نظر کفر کے نظام اور معاشرے میں رہ کر حکمت کے ساتھ کام کیا جا سکتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نجاشی رحمہ اللہ کی مثال بھی دی ہے۔ نجاشی رحمہ اللہ عیسائیوں کا بادشاہ تھا۔ امورِ حکومت میں اگرچہ وہ شریعتِ اسلامی کی پابندی نہیں کر سکا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس نے پناہ دی اور ان کی خدمت کا حق ادا کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اعلیٰ ترین مقاصد کے لیے غیر اسلامی معاشروں اور نظاموں میں رہتے ہوئے ان تمام گنجائشوں کا جواز ہے جنھیں استعمال کر کے اسلام کی خدمت کی جا سکے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تاتاری حکمرانوں کے دور میں ان مسلمان قاضیوں کی مثال بھی دی ہے جو خواہش کے باوجود مکمل شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کر سکتے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انھیں معذور قرار دیتے ہوئے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶] ''اللہ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

علماء نے تاریخِ اسلامی کے عظیم خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی مثال بھی پیش کی ہے کہ پہلے وہ اموی دورِ خلافت میں گورنر رہے، پھر خلیفہ بنے۔ خلیفہ بننے کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کچھ شرعی امور کو مؤخر کیا تو ان کے بیٹے عبد الملک نے ان سے کہا، ہم یہ توقع نہیں کرتے تھے کہ خلیفہ بن کر آپ معاملات کو مؤخر کریں گے۔ آپ شرعی امور کو نافذ کیجیے، چاہے ہم پر اتنی سختی آئے کہ ہمیں ابلتی ہوئی ہانڈیوں میں ڈال دیا جائے۔ الموافقات میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنی بیٹے سے کہا کہ تم میں نیکی ہے لیکن کم عمر ہونے کی وجہ سے سوچ کی کمزوری بھی ہے۔ پھر فرمایا جب میں امور کا فیصلہ کرتا ہوں تو شریعت کے ساتھ دنیا کو بھی دیکھتا ہوں اور اس طرح لوگوں کو اپنے ساتھ چلا

لیتا ہوں۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو سارے امورِ حکومت ہی خراب کر بیٹھوں گا۔ اپنے بیٹے سے کہنے لگے کہ جلد بازی نہ کرو، اللہ نے شراب کو مرحلہ وار حرام کیا ہے۔ کہتے ہیں مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے سارا بوجھ فوراً لوگوں پر ڈال دیا تو لوگ سب کچھ چھوڑ بیٹھیں گے۔ [الموافقات ۲/ ۱٤۸]

علمائے کرام نے حکام کے لیے نرمی اور حکمت کا طریقہ واضح کیا ہے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور دیگر علمائے کرام نے کہا ہے کہ حکمرانوں کے فیصلوں کے ساتھ ساتھ ان کی نیتوں کو بھی دیکھا جائے گا، کیونکہ انحصار نیتوں کے اخلاص پر ہے۔ [دیکھیے فتاویٰ الشبکة الإسلامیة : ۱/ ٦٤۰ بترقیم الشاملة آلیا] آج کے حالات میں تکفیری حضرات نے خارجی فکر کو رواج دے کر اکثر معاملات میں کفر کے فتوے دیے ہیں۔ خاص طور پر مسلم حکمرانوں کو کافر کہہ کر واجب القتل قرار دیا۔ افسوس کی بات ہے کہ بعض اسلام پسند لوگوں میں بھی علم کی کمی کی وجہ سے ایسا ہی ذہن پایا جاتا ہے۔ اس سے امت کا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اس حوالے سے لوگوں کی صحیح علم کی بنیاد پر تربیت ضروری ہے۔

اسلامی شریعت نے معاشرتی قوانین میں بہت نرمی رکھی ہے۔ کتاب وسنت کا فہم رکھنے والے راسخ علماء اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر دعوت کے راستے نکالنے پر زور دیتے ہیں۔ وہ خلفائے راشدین اور قرونِ اولیٰ کے قاضیوں کے رویے بیان کر کے واضح کرتے ہیں کہ ملکوں اور معاشروں میں رائج نظاموں اور قوانین سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سورۂ یوسف کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے غیر اسلامی قوانین سے فائدہ اٹھا کر دعوت، سیاست اور جہاد جیسے اسلامی اعمال کے لیے راستے نکالنے پر زور دیا ہے۔

تکفیری حضرات شدت اختیار کر کے دعوت، سیاست اور جہاد کے راستے بند کر دیتے ہیں۔ ان کی طرف سے تمام اعمالِ اسلامی کی من پسند تاویلیں کر کے نئی چیزیں ایجاد کرنے کا رویہ درست نہیں، اس سے بچنا چاہیے۔ بچنے کا حل یہ ہے کہ کتاب وسنت کی مکمل پابندی کے لیے دیکھا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء کے ادوار خاص طور پر فتنوں کے زمانے میں علماء نے کیا وضاحتیں کی ہیں اور اختلافات کو ختم کر کے امت کو کس طرح متحد کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے بھرپور رہنمائی لے کر پالیسیاں ترتیب دی جانی چاہییں۔ (واللہ اعلم)

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ : ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک بڑا علم والا ہے۔'' کوئی بندہ خواہ کتنا ہی علم، سمجھ بوجھ اور عقل وفہم والا ہو، اس کے دل میں یہ غرور اور تکبر نہیں ہونا چاہیے کہ میں بڑے علم والا ہوں۔ اللہ رب العالمین نے ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا رکھا ہے، جیسا کہ دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں یوسف علیہ السلام کو زیادہ علم عطا کیا اور پھر ان کے درجات بلند کیے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ انھوں نے خود کو سب سے زیادہ صاحبِ علم کہا تو اللہ رب العزت نے

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ
يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ

(برادرانِ یوسف نے) کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے یقیناً چوری کی تھی، پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے دل میں چھپا لیا اور ان کے سامنے ظاہر نہ کیا، کہنے لگے تم بہت ہی برے درجے کے شریر لوگ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو ﴿۷۷﴾ کہنے لگے اے عزیز! بے شک اس کا باپ بہت

فوراً واضح فرما دیا کہ میرا بندہ خضر (علیہ السلام) تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ [دیکھیے صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب: ﴿وإذ قال موسیٰ لفتاہ...﴾: ۴۷۲۵] یوں بھی دیکھا جائے تو سب سے زیادہ علم رکھنے والی ذات خود اللہ تعالیٰ کی ہے جو غیب اور حاضر سب کے متعلق جاننے والا ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ علم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت سے اگر کسی کو نوازا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

آیت 77 ﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ...﴾: جب چھوٹے بھائی کے سامان سے پیالہ نکل آیا تو وہی بھائی جو پہلے کہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی چوری کرنے والا نہیں ہے، فوراً اس معاملے سے الگ ہو گئے اور خود کو پاک صاف ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے، اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ ان کا اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا لیکن یوسف علیہ السلام نے چونکہ ابھی اپنے متعلق کچھ بتایا نہیں تھا اس لیے انھوں نے یہ بات سن کر خاموشی اختیار کی اور اسے اپنے دل میں چھپا لیا البتہ اتنا ضرور فرمایا: ﴿اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ ''تم بہت ہی برے درجے کے شریر لوگ ہو۔'' حقیقت میں چور تو برادرانِ یوسف خود تھے کہ بیٹے کو باپ سے چرا کر کنویں میں پھینک دیا، لیکن بادشاہ کے پاس خود کو بہت پاک باز ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیسا کہ عراق والوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حج اور احرام کے دوران مکھی مارنے کا کیا کفارہ ہے؟ تو انھوں نے افسوس کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مجھ سے مکھی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ [صحیح البخاري، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسین: ۳۷۵۳] یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ﴾ ''اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔'' یعنی تم کتنے سچے اور کتنے جھوٹے ہو اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

آیت 78 ﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا...﴾: برادرانِ یوسف کہتے ہیں کہ اے عزیز! اگرچہ ہمارے اس بھائی نے چوری کر کے زیادتی کی ہے، لیکن آپ نے پہلے بھی ہم پر بہت احسانات کیے ہیں، ایک احسان

لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ
اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع ۱۳

بوڑھا ہو چکا ہے، لہٰذا اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بے شک ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بہت احسان کرنے والوں میں سے ہیں ﴿78﴾ کہا اللہ کی پناہ کہ ہم کسی اور کو پکڑیں، ہم تو اسی کو رکھیں گے جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے (اگر ہم نے ایسا نہ کیا) تو بے شک ہم اس وقت یقیناً ظلم کرنے والے ہوں گے ﴿79﴾

اور کر دیں کہ اسے ہمارے ساتھ واپس بھیج دیں۔ اس کا باپ بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور پہلے ہی اس نے رو رو کر اپنی آنکھوں کی بینائی ختم کر لی ہے، لہٰذا اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو اپنے پاس رکھ لیں۔ یہ اپنے باپ کے پاس جائے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، ورنہ ہمارے لیے ایک اور مشکل پیدا ہو جائے گی۔ وہ کہتے ہیں: ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ ہم دیکھتے ہیں کہ تو بڑا ہی محسن اور نیکی کرنے والا ہے، اس لیے ہمارے ساتھ یہ ایک نیکی بھی کر دے۔

آیت 79 ﴿ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا . . . : یوسف علیہ السلام نے لفظوں کا استعمال بہت خوب کیا ہے۔ یہ ان کی کمال ذہانت اور علم کی نشانی ہے کہ وہ چھوٹے بھائی کو اپنے پاس بھی رکھنا چاہتے تھے اور یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اسے چور کہا جائے، اس لیے کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے رب تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اس شخص کے سوا کسی اور کو پکڑیں جس سے سامان برآمد ہوا ہے۔ یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مال کسی اور سے برآمد ہو اور پکڑ ہم کسی اور کو لیں۔ ہم سزا کے طور پر اسی کو اپنے پاس رکھیں گے اور پھر یہ سزا بھی تو تم نے خود ہی تجویز کی ہے۔ یوسف علیہ السلام کہتے ہیں کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو " اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ " "بے شک ہم اس وقت یقیناً ظلم کرنے والے ہوں گے۔" اس لیے ہم یہ ظلم اور زیادتی کسی صورت نہیں کریں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھار سزا ملنا فائدے مند اور سزا نہ ملنا نقصان دہ ہوتا ہے۔